© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

امریکی نمک خوار، حقائق اور بھید؟

امریکی 'نمک خواروں' کے ایک مخصوص ٹولے کے بس میں نہیں کہ کس طرح فوری طور پر دو پاکستانیوں کے قاتل ریمنڈ ڈیوس کو امریکا کے حوالے کر دیا جائے۔ بے غیرتی کی موٹی کھال اوڑھے ہوئے یہ طبقہ کس طور امریکا کو ناراض کرنے کے لیے تیار نہیں اور پاکستانی قوم اور حکومت سے یہ توقع رکھتا ہے کہ چاہے قانون جو مرضی کہے، جرم کتنا سنگین کیوں نہ ہو اور عدالتیں خواہ جو مرضی کہیں پاکستان کو ہر حال میں امریکی قاتل کو فوری امریکا کے حوالے کر دینا چاہیے۔ ہمیں ڈراوا دیا جارہا ہے کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو امریکا ہماری امداد بند کر دے گا اور ہمارا جینا دوبھر ہو جائے گا۔ ابھی تک خود امریکا ریمنڈ ڈیوس کے معاملے میں کئی پینترے بدل چکا ہے مگر امریکا کے یہ نمک خوار پاکستانی اس بات پر بضد ہیں کہ امریکی قاتل کو سفارتی استثنیٰ حاصل ہے!

یہاں سابق وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے اُصول، انصاف اور قومی حرمت کی خاطر اپنی وزارت کو قربان کرتے ہوئے اس معاملہ پر واشگاف انداز میں امریکا کو بتا دیا ہے کہ اُن کی خواہش پر ریمنڈ ڈیوس کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ یہاں امریکا نے خود بارہا کہا کہ ڈیوس لاہور میں امریکی قونصلیٹ کا ممبر ہے۔ امریکہ کے اس اعتراف/موقف کی بنیاد پر اگر وہ سفارتکار ثابت بھی ہوتا ہے تو اس کے باوجود اس کو دو افراد کے قتل کے مقدمے میں استثنیٰ نہیں دیا جاسکتا۔ یہاں یہ بھی واضح ہے کہ سفارتکاری کی تاریخ میں اور ویانا کنونشن کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے جہاں ایک 'سفارتکار' (اگر ریمنڈ ڈیوس کو ایک لمحہ کے لیے سفارتکار مان بھی لیا جائے) نے اس انداز میں دو افراد کو قتل کیا کہ جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یہاں یہ بھی ثابت ہو چکا کہ پنجاب پولیس کو تفتیش کے دوران ریمنڈ ڈیوس نے اپنے آپ کو لاہور قونصلیٹ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعینات بتایا۔ یہاں یہ بھی سامنے آچکا کہ ڈیوس نے اپنے بچاؤ کے لیے نہیں بلکہ طیش میں انتہائی بے دردی سے دو پاکستانیوں کے خون سے ہاتھ رنگا جبکہ اس کی مدد کے لیے آنے والی گاڑی نے ایک اور نوجوان کو روند ڈالا۔ اس سب کے باوجود امریکی 'نمک خواروں' کا یہ حال ہے کہ امریکا کی وکالت کرتے نہیں تھکتے اور قومی غیرت کا مظاہرہ کرنے والوں کو جذباتی اور کم عقل سمجھتے ہیں!!

ویانا کنونشن 1963ء کے مطابق قونصلیٹ کے کسی بھی عہدیدار، چاہے وہ اعلیٰ ترین سفارتکار ہو، کو قتل جیسے سنگین جرم میں سفارتی استثنیٰ نہیں دیا جاسکتا مگر امریکا کے نمک خواروں کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی منطق کو مانتے ہیں اور نہ کوئی دلیل سننے کے لیے تیار ہیں۔ وہ تو ہر صورت میں قاتل امریکی کو امریکا کے حوالے کرنے کا راگ اَلاپ رہے ہیں۔ وزارتِ خارجہ کے ریکارڈ میں ڈیوس ایک سفارتکار یا ایمبیسی کے اہلکار کے طور پر رجسٹرڈ نہ تھا اور نہ ہی اس کو وزارت خارجہ کا ڈپلومیٹک شناختی کارڈ دیا گیا۔ اس دہرے قتل کے بعد اب یہ وزارت سخت دباؤ کا شکار ہے کہ ڈیوس کو ایمبیسی کا سفارتکار دکھا کر اس کو ایک ایسے سنگین جرم میں استثنیٰ دیا جائے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی اور جس کی وجہ سے تین جانیں ضائع ہوئیں۔

امریکی ویزے، ڈالروں کے بدلے اور کچھ اپنے دوسرے شوق کی خاطر ملک و قوم کی عزت کا سودا کرنے والے تو کچھ سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لیے میں یہاں عام قارئین کی خدمت میں کچھ حقائق پیش کررہاہوں:

① ریمنڈ کے اپنے بیان کے مطابق وہ لاہور قونصلیٹ میں تعینات تھا۔ تفتیشی حکام نے اس سے بارہا اس بات کی تصدیق کی۔ منظر عام پر آنے والی ایک ویڈیو میں تو تفتیش کا عمل شروع ہونے سے پہلے جونیئر پولیس آفیسر زنے اُس سے یہاں تک پوچھا کہ ''آیا تم امریکی ایمبیسی میں تعینات ہو؟'' تو ریمنڈ نے واضح طور پر کہا: نہیں، میں امریکی قونصلیٹ لاہور میں تعینات ہوں۔

② لاہور قونصلیٹ کے حکام نے باقاعدہ جاری کی گئی ریلیز میں عین وقوعہ کے دن ریمنڈ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈیوس کو قونصلیٹ کا ملازم قرار دیا۔

③ قونصلیٹ میں تعینات کسی بھی عہدیدار کے لیے بھی Vienna Convention on Diplomatic Relations 1961 لاگو نہیں ہوتا۔ جبکہ قونصلیٹ میں کام کرنے والے اہلکاروں کے لیے Vienna Convention on Consulor Relation 1963 لاگو ہوتا ہے جس کے آرٹیکل (1)41 کے تحت قونصلیٹ کے کسی بھی رکن کو قتل جیسے سنگین جرائم پر استثنیٰ حاصل نہیں ہے۔

④ یہ صورتِ حال واضح ہونے کے بعد واقعے کے تیسرے روز امریکی سفارت خانے نے باقاعدہ پریس ریلیز کے ذریعہ یہ 'وضاحت' کی کہ ریمنڈ 'دراصل' اسلام آباد کی امریکی ایمبیسی میں تعینات تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان اس لیے جاری کیا گیا کہ کس طریقے سے ریمنڈ کے کیس پر 1961ء کا سفارتی تعلقات کا ویانا کنونشن نافذ ہو۔ دوسری طرف محترم شاہ محمود قریشی نے تصدیق کردی کہ واقعے کے اگلے روز 28/جنوری 2011ء کو امریکی سفارت خانے نے حکومتِ پاکستان کو باقاعدہ خط میں ریمنڈ کا نام سفارت خانے کے ملازمین میں شامل کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کرنے کا کہا جس سے جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ کیونکہ 25 جنوری کو جاری کی جانے والی فہرست میں ریمنڈ کا نام شامل نہیں تھا۔

⑤ ریمنڈ کے بیان، امریکی اہلکاروں کی تصدیق کہ ریمنڈ قونصلیٹ کا رکن ہے اور جناب شاہ محمود قریشی کے انکشافات نے یہ واضح کردیا کہ ریمنڈ پر Vienna Convention 1963 لاگو ہوگا اور اسے اسی کنونشن کے آرٹیکل (1)41 کے تحت استثنیٰ حاصل نہیں ہے، کیونکہ اس کا جرم سنگین نوعیت کا ہے۔

⑥ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ Vienna Convention on Diplomatic Relation 1961 کو ریمنڈ کو مکمل سفارتی استثنیٰ کے حوالے سے نافذ کیا جائے تاکہ امریکا خوش ہو جائے تو اس معاملہ میں اس کنونشن کا آرٹیکل (1)10 اہم ہے۔ اس آرٹیکل کی روشنی میں سفارتکار بھیجنے والے ملک کا یہ استحقاق ہے کہ وہ اپنے کسی اہلکار کے لیے خصوصی استثنیٰ کا مطالبہ کرے مگر یہ بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت ہے کہ صرف اور صرف میزبان ملک کی وزارتِ خارجہ ہی اس Status کو کنفرم کرسکتی ہے اور سب سے اہم یہ کہ 1961ء کے سفارتی تعلقات ویانا کے کنونشن کے تحت استثنیٰ کا دعویٰ صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے، جب اس کنونشن کے آرٹیکل (1)10 کے تحت ایسے سفارت کار یا اہلکار کو میزبان ملک کی وزارتِ خارجہ باقاعدہ notify کردے۔ امریکا میں تو باقاعدہ دفتر خارجہ سفارتی کارڈ جاری کرتا ہے جن پر اگر استثنیٰ ہو تو اس حوالے سے تصدیق بھی درج ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں امریکی دفتر خارجہ کا ستمبر 2010ء کا جاری کردہ کتابچہ دیکھا جاسکتا ہے جس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کو واضح ہدایت دی گئی ہے کہ جن سفارتکاروں کے پاس یہ کارڈ نہ ہو یا کارڈ کے اوپر استثنیٰ کے حوالے سے واضح ہدایات درج نہ ہوں، اُنہیں کسی بھی صورت کسی بھی جرم کے حوالے سے استثنیٰ نہ دیا جائے بلکہ یہاں تک درج ہے کہ ایسا کارڈ موجود ہونے اور اس پر استثنیٰ کے واضح اندراج کے باوجود یہ ضروری ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے متعلقہ اہلکار دفتر خارجہ کو فون کرکے باقاعدہ تصدیق کردیں گے غرض ویانا کنونشن کے تحت حاصل استثنیٰ میزبان ملک کی وزارت خارجہ کو Notify کرنے سے منسلک ہے۔

ے 1961 کے اسی ویانا کنونشن کے استثنیٰ کے لیے اہلیت کی شرائط بھی موجود ہیں۔ واقعے کے تیسرے ہی دن امریکی دفتر خارجہ نے سرکاری طور پر کہا کہ امریکی قاتل کا نام 'ریمنڈ ڈیوس' نہیں ہے۔ آج کے دن تک اس سرکاری بیان کی تردید نہیں کی گئی۔ قریشی صاحب تصدیق کرچکے ہیں کہ ریمنڈ کی استثنیٰ کی درخواست پاکستانی وزارتِ خارجہ نے آج تک notify نہیں کی۔ فرض کریں کہ ایسا کر بھی دیا گیا ہوتا تب بھی جب امریکی حکومت سرکاری طور پر اعلان کررہی ہے کہ اس شخص کا نام ریمنڈ نہیں تو استثنیٰ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ ویانا کنونشن کے تحت جس شخص کو بھی استثنیٰ حاصل ہوگا، اس کے نام سے میزبان ملک کی وزارتِ خارجہ کا نوٹیفکیشن جاری ہونا ضروری ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

⑧ پاکستان کو یقیناً ایک ذمہ دار ملک کی طرح بین الاقوامی قوانین کا احترام کرنا چاہیئے مگر ایک خود مختار ملک ہونے کے ناطے کسی طاقتور ملک کی دھونس دھمکیوں میں آکر ویانا کنونشن کی غلط تشریحات بھی قبول نہیں کی جاسکتیں۔ اگر ریمنڈ کو استثنیٰ حاصل ہوتا بھی تب بھی پاکستان کو ویانا کنونشن کے آرٹیکل 32 کے تحت امریکا سے یہ استثنیٰ واپس لینے کی درخواست کرنی چاہیے تھی کیونکہ ریمنڈ انتہائی خطرناک نوعیت کی مجرمانہ کارروائی میں ملوث پایا گیا ہے۔

⑨ ویانا کنونشن کے آرٹیکل 41 کے مطابق یہ ہر سفارتکار کی ذمہ داری ہے کہ وہ میزبان ملک کے قوانین کا احترام کرے۔ کیا ریمنڈ نے ایسا کیا....؟

⑩ امریکی دفتر خارجہ کی اپنی دستاویز کے مطابق:

"It should be emphasized that even at its highest leval, diplomatic immunity does not exempt diplomatic offecers from obligation of conforming with national and local laws and regulations. Diplomatic immunity is not intended to serve as license for persons to flout the law and purposely avoid liability for their actions. The purpose of these privileges and immunities is not to benefit but to ensure the efficient and effective performance of their official on behalf of their government."

حقیقت یہ ہے کہ ایک طبقہ ہمیں امریکا کی غلامی سے آزاد نہیں دیکھنا چاہتا۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ جس طرح ماضی میں اور کاص طور پر مشرف دور میں پاکستانیوں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو امریکا کے حوالے کیا جاتا رہا اور امریکا کی مرضی کے مطابق یہاں سب کچھ کیا جاتا رہا، وہ سلسلہ اسی انداز میں جاری رہے۔ کوئی امریکا سے پوچھنے والا نہیں کہ مشرف دور میں 1961ء کے اسی ویانا کنونشن کے آرٹیکل 39، 44، 45 کی کس کس نے دھجیاں اُڑائیں، جب 2001ء میں پاکستان میں افغانستان کے سفیر ملا ضعیف کو شدید تشدد کے بعد پاکستان کے فوجی حکمرانوں نے امریکیوں کے حوالے کیا تھا۔ ملا ضعیف کی زبانی سنائی گئی کہانی کے بعد کم از کم امریکیوں اور اُن کے مشرف جیسے پاکستانی حواریوں کو 'ویانا کنونشن' کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آنی چاہیے۔

© rasailojaraid.com